یہ یقین دلانے کے لیے ہوتا ہے کہ وہ مذہبی ہے، لامذہبی نہیں) لیکن اپنے مذہب اور دین کے تمام تو کیا زیادہ تر احکامات اور تعلیمات سے دور یا لاتعلق یا بے خبر ہوتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایسی صورت حال جس میں انسان ہمیں کم زور، بے بس، اور بے عمل نظر آتا ہے، اگر اسے دین کی طرف لانے کی کوشش کی جائے تو وہ کیا طریقے ہو سکتے ہیں، جن کو اختیار کر کے اسے دین یا مذہب کی طرف لایا جاسکتا ہے۔

وعظ و نصیحت اور تلقین سے الحمدللہ ایک بڑی تعداد میں راہِ راست پر آتے ہیں۔ دینی عبادات، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ پر عمل کرتے ہیں اور ایک تعداد اپنی وضع قطع میں بھی مذہبی حوالے سے مثبت تبدیلی لے آتی ہے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر ان میں سے بہت سوں کے باقی معاملات اسی دنیاوی (سیکولر) طریقے کے مطابق چلتے رہتے ہیں۔ ان میں وہ اوصاف پیدا نہیں ہو پاتے جن سے یہ پتا چلتا ہو کہ اپنی خواہشات کو چھوڑ کر اللہ کے احکامات اور پیغمبر کی تعلیمات کے مطابق انھوں نے اپنے معاملات کو استوار کر لیا ہے۔

ایسے مذہبی لوگوں سے کوتاہی فرض عبادات میں تو مشکل ہی سے ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے تو وہ اس کی تلافی کر لیتے ہیں۔ اصل کوتاہی اور خواہشات کی اطاعت وہاں ہوتی ہے، جہاں ان کا واسطہ بندوں سے پڑتا ہے۔ خواہ وہ باپ اور بیٹے، ماں بہن اور بیوی کی حیثیت میں ہو، رشتے داروں سے رشتہ داری نبھانے کا معاملہ ہو، پڑوسی کی حیثیت سے پڑوسی کے ساتھ سلوک و برتاؤ کی صورت ہو، ملازم کی حیثیت سے اپنے دفتری فرائض اور تاجر کے طور پر کاروباری تقاضوں کا تعلق ہو، یا ایک شہری کی حیثیت سے اپنے قوم و ملک کے حقوق ادا کرنے کے تقاضے ہوں۔ وہ ہر حیثیت میں اپنی خواہشات اور ترغیبات کو ترجیح دینے پر آمادہ نظر آتا ہے اور یہ آمادگی اکثر صورتوں میں، ان معاملات میں وہ اللہ کے احکامات اور پیغمبر کی تعلیمات کو فراموش کرنے پر جا پہنچتی ہے۔

ایک لامذہبی اور ملحد شخص اگر ایسا کرے تو اسے صرف بُرا آدمی، خود غرض، مفاد پرست، لالچی اور منافق کہہ کر اس کے بارے میں ایک رائے قائم کر لی جاتی ہے اور اسی رائے کی روشنی میں اس سے معاملہ کیا جاتا ہے۔ لیکن جب ایک پابندِ صوم و صلوٰۃ انسان جس نے حج بھی کر رکھا ہو اور وضع قطع بھی مذہبی انسان کی ہو، جب ان معاملات میں کہ جن کا تعلق بندوں سے ہوتا ہے:

اللہ اور رسولؐ کی تعلیمات اور احکامات کو چھوڑ کر جب اپنی خواہشات کی اطاعت کرتا ہے، تو ایسا آدمی دوسروں کی نظر میں بُرا تو ٹھیرتا ہی ہے مگر اس سے بڑھ کر وہ اس مذہب یا دین کا بھی غلط نمایندہ بن جاتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس فرد کے دائرۂ تعارف میں لوگ پہلے اس مذہبی آدمی سے بیزار ہوتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ یہ راے قائم کر لیتے ہیں کہ اگر مذہب انسان کو اچھا انسان بنا سکتا تو سارے یا واضح طور پر اکثر مذہبی لوگوں کو اچھا ہی ہونا چاہیے تھا۔

مراد یہ ہے کہ صحیح معنوں میں مذہبی آدمی وہ ہے یا اسے ہونا چاہیے، جو بہ حیثیت انسان بھی اچھا ہو۔ اگر مذہبی آدمی میں مطلوب انسانی خوبیاں نہ ہوں تو اس کی مذہبیت، معاشرے پر مثبت طریق سے اثرانداز نہیں ہو سکے گی، بلکہ اُلٹا دین اور مذہب کو نقصان پہنچانے کا باعث بنے گی۔ اس لیے آج کے معاشرے میں وہ لوگ کہ جن کی پہچان دین کے حوالے سے ہے، انھیں سوچنا چاہیے کہ ان پر کتنی بھاری ذمّہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ ان کے لیے دو ہی راستے باقی رہ جاتے ہیں:

اول: مذہبی ہونے کے ساتھ ہی اچھے انسان بننے کی شعوری اور عملی کوشش شروع کر دیں۔ دین، باطن اور ظاہر دونوں کا مجموعہ ہے۔ پھل میں جو اہمیت گودے کی ہوتی ہے وہی باطن کی ہوتی ہے۔

دوم: دینی احساسات کے تحت خود کو اچھا انسان بنائیں، بندوں کے حقوق ادا کرنے کے معاملے میں محتاط، حساس اور چوکنا ہو جائیں۔

یورپ میں ایک ہزار سال تک عیسائیت کا غلبہ رہا۔ لیکن عیسائیت کی نمایندگی کرنے والوں نے اپنی غلط کاریوں سے اپنے مذہب کو وہ نقصان پہنچایا کہ لوگ خود مذہب ہی سے بیزار ہو گئے۔ نتیجے میں اہلِ مغرب نے اپنے اجتماعی معاملات سے اپنے مذہب کو نکال کر گرجا گھروں کی حد تک محدود کر دیا اور مذہب کو ایک ایسی پرائیویٹ چیز بنا دیا کہ جس کی پابندی ضروری نہیں رہی۔ اندیشہ ہے کہ اگر ہمارے ہاں مذہبی پیروکاروں اور نمایندگی کے دعوے داروں نے اس منظرنامے سے سبق نہ سیکھا تو (خدانہ کرے) یہاں بھی وہی تاریخ دہرائی جائے گی۔

DAR-E-ARQAM
دارِ ارقم سکولز
مُکبّر کیمپس گجرات
پروفیسر عرفان احمد
چیئرمین دارارقم سکولز
افتخار احمد چیمہ
0301-8720200
ADMISSIONS
OPEN
6th - 10th
لیے قابل، محنتی، اور تجربہ کار اساتذہ
پارک اور جاگنگ ٹریک
بہ کار کوچ کی زیرِ نگرانی جدید جم
شخصیت کی تعمیر و ترقی کے لیے ادبی مقابلہ جات، سٹڈی ٹورز اور تربیتی پروگرام
جماعت ششم سے دہم کے لیے معیاری ہوسٹل
جدید ترین کمپیوٹر لیب کے ساتھ شاندار لائبریری
کرکٹ، فٹ بال کے میدان
سوئمنگ پول
شاندار آڈیٹوریم
والدین سے رابطہ کا مستقل اور مؤثر نظام
کیفے ٹریا
بھمبر روڈ نزد ایئرپورٹ گجرات
053-3024017

PakLite
Group

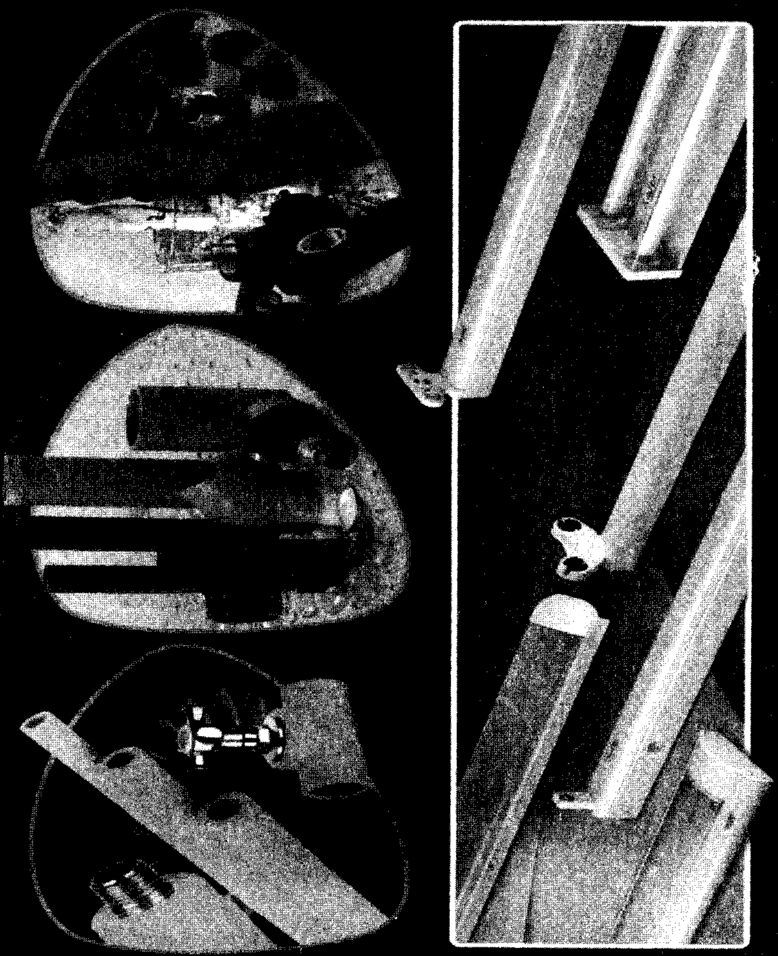

Paklite Electrical Industries (Pvt.) Ltd.
Advance Polymers (Pvt.) Ltd.
Sheikhupura Road, Gujranwala-(52250)-Pakistan.
Voice: +92 55 4272890-93
Fax: +92 55 4272894
www.paklite.com
Email: sales@paklite.com

سوپور قتلِ عام اور تحقیقات کا کھیل

افتخار گیلانی ○

بھارت میں شہریانِ کشمیر پہ ڈھائے جانے والے مظالم پر، مظلوموں کی اَشک شوئی اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے چارونا چار کمیشن بنتے ہیں۔ مگر کمیشنوں کا کھیل دیکھنے کے لیے تاریخ کا یہ ورق ملاحظہ فرمایئے۔ ادارہ

یوں تو پچھلے کئی عشروں سے کشمیر کی ہر گلی میں آگ اور خون کی داستانیں رقم ہو رہی ہیں، مگر ۶ جنوری ۱۹۹۳ء کا دن ریاست کے تجارتی مرکز سوپور کے لیے قیامت صغریٰ سے کم نہیں تھا۔ بھارت کی نیم فوجی تنظیم بارڈر سیکورٹی فورس (BSF) کی ۹۴ویں بٹالین جو قصبے میں تعینات تھیں، اس نے شہر کے مرکز میں آگ وخون کی ہولی کھیل کر ۶۰ معصوم افراد کو گولیوں سے بھون ڈالا، کئی افراد کو زندہ جلایا، جب کہ ۳۰۰ سے زائد رہایشی اور تجارتی عمارات کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔

کشمیر کے لیے سوپور کی وہی اہمیت رہی ہے، جو بھارت کے لیے ممبئی یا پاکستان کے لیے کراچی کی ہے۔ یہ نہ صرف شمالی کشمیر کے لیے راہداری ہے، بلکہ ریاست کے اکثر متمول گھرانوں اور معروف کاروباری شخصیات کا تعلق بھی اسی قصبہ سے رہا ہے۔ جب آس پاس کی زمینیں زرخیز ہوں اور باشندوں کی گھٹی میں تجارتی فراست اور محنت شامل ہو، تو اس علاقے کا فی کس آمدنی کی شرح میں اوّل آنا لازمی تھا۔ اسی لیے سوپور کو 'چھوٹا لندن' کی عرفیت اور اعلیٰ سیبوں کے مرکز کے نام سے بھی یاد کیا جاتا رہا ہے۔

○ ممتاز صحافی، نئی دہلی

۱۹۸۹ء کے اواخر میں جب بھارتی حکومت نے جگ موہن کو گورنر بنا کر بھیجا تاکہ عسکری تحریک، جو ابھی ابتدا میں ہی تھی کو لگام دی جاسکے۔ جگ موہن کی تجویز تھی کہ سب سے پہلے آزادی پسند حلقوں اور تحریکِ کشمیر کو ملنے والی مالی اعانت کی روک تھام ہونی چاہیے۔ جگ موہن جو بعد میں مرکز میں وزیر بھی رہے، انھوں نے اس سلسلے میں خاص طور پر سوپور کی نشان دہی کی۔ ان کا خیال تھا کہ اگر سوپور میں تجارتی سرگرمیوں کو نشانہ بنایا جائے یا ان کی کڑی نگرانی کی جائے تو یہ قصبہ تحریک کی مالی معاونت کے قابل نہیں رہے گا۔ اس سلسلے میں جگ موہن نے بھارتی وزارتِ داخلہ کو یہ بھی مشورہ دیا کہ دہلی میں آزاد پور فروٹ منڈی کے آڑھتیوں کو قائل کیا جائے کہ وہ اس علاقے سے سیبوں کی خرید بند یا کم کردیں۔

چند ماہ گزرے تو میر واعظ مولوی محمد فاروق کی ہلاکت اور ان کے جنازے پر فائرنگ کے واقعہ کے بعد حکومت نے جگ موہن کو معزول کرکے ان کی جگہ انٹیلی جنس کے ایک گھاگ افسر گریش چندر سکسینہ کو بطور گورنر بھیجا۔ مگر حالات و واقعات بتاتے ہیں کہ نئے گورنر نے کم و بیش اپنے پیش رو کی پالیسی کو برقرار رکھا۔ دہلی میں پالیسی سازوں کا خیال تھا کہ اگر سیاسی آگہی کے اس مرکز کو صدیوں پہلے چانکیہ کی تجویز کی ہوئی پالیسی: سام (گفتگو)، دھام (لالچ)، ڈھنڈ (سزا) اور بھید (بلیک میل) سے قابو کرلیا جائے، تو بقیہ ریاست سے بھی تحریک کا آسانی سے صفایا ہوسکتا ہے۔ ۶ جنوری ۱۹۹۳ء کا قتل عام اسی کی ایک کڑی تھا۔

مجھے یاد ہے کہ اس ہولناک دن یخ بستہ ہوائیں چل رہی تھیں۔ آسمان اَبرآلود تھا، گویا کسی غیر یقینی صورتِ حال کی عکاسی کر رہا تھا۔ صبح ساڑھے دس بجے مرکزی چوک کی ایک گلی میں تعینات بی ایس ایف کے اہلکار پر جنگجوؤں نے حملہ کرکے اسے ہلاک کر دیا اور اس کی رائفل بھی چھین لی۔ بس پھر کیا تھا، قصبے میں تعینات بی ایس ایف کے اہلکاروں کی بندوقوں نے ہر گلی، ہر نکڑ، ہر چوراہے اور ہر سڑک پر آگ برسانی شروع کی۔ دکان دار اپنی دکانوں میں پھنس کر رہ گئے۔ پورے قصبے میں اتھل پتھل مچ گئی اور لوگ چیخ پکار کرکے اپنی جان بچانے کی کوشش کرنے لگے۔

اس وقت بانڈی پورہ جانے والی ایک مسافر بس وہاں سے گزر رہی تھی۔ یہ بس مسافروں کے لیے تابوت بن گئی۔ جموں و کشمیر سول سوسائٹی کے ذریعے جمع کی گئی تفصیلات کے مطابق،